قیمہ اچھالا ئے ہوں گے۔ یہ کباب چکھ کر دیکھو۔ عفت نے ہر قسم کے۔ ملے جلے گوشت کا خدشہ بیان کیا۔ چوہدری صاحب بولے بعض موقعوں پر بہت زیادہ کہ ید میں نہیں پڑنا چاہیئے حضور کا فرمان بھی یہی ہے، دین کے معاملے میں عفت بے حد منہ پھٹ عورت تھی۔ اس نے نہایت تیکھے پن سے کہا یہ فرمان آپ کے حضور کا ہے یا ہمارے حضورؐ کا ؟

"شہاب نامہ" میں واقعات دھیمے مگر تیکھے انداز میں پیش کیئے گئے ہیں ان کا یہی نیم طنزیہ انداز واقعہ کو لطیفہ کا رنگ دے دیتا ہے۔ اور اگر واقعہ مرزائیوں سے متعلق ہو تو یہ طنز تیر کا کام دیتا ہے۔ ایوبی دور کا ایک دلچسپ واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔

"ایک روز صدر ایوب نے حسب معمول اپنے سیاسی فلسفہ پر طولانی تقریر ختم کی تو ایک سینئر افسر وجد کی کیفیت میں آکر جھومتے ہوئے اٹھے اور سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر عقیدت سے بھرائی ہوئی آواز میں بولے "جناب آج تو آپ کے افکار عالیہ میں پیغمبری شان جھلک رہی تھی"۔

یہ خراج وصول کرنے کیلیئے صدر ایوب نے بڑی تواضع سے گردن جھکائی۔ یہ سینئر افسر مرزائی عقیدے سے تعلق رکھتے تھے۔ معاً مجھے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں صدر ایوب سچ مچ اس جھوٹ موٹ کے اڑن کھٹولے میں سوار ہو کر بھک سے اوپر کی طرف نہ اڑنے لگیں۔ چنانچہ اس غبارے سے ہوا نکالنے کیلیئے کھڑا ہوگیا اور نہایت احترام سے گزارش کی جناب ان صاحب کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں۔ کیونکہ انہیں صرف خود ساختہ پیغمبروں کی شان کا تجربہ ہے۔"

اگرچہ "شہاب نامہ" میں مندرجہ بالا واقعات اور حقائق کسی خاص مقصد کے لئے نہیں رکھے گئے۔ تاہم ایک سچے اور کھرے انسان کی زبان اور قلم، سچ کی نمائندگی ہی کرتے ہیں۔ قدرت اللہ شہاب، نہ صرف دینی علم کا بلکہ جدید علوم کا بھی گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ اس لیئے انہوں نے اپنی سوانح عمری میں کئی جگہ قادیانیوں کے خود ساختہ پیغمبری عقائد کو طنزیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ اور ان کے مسلم کش منصوبوں سے مسلمانوں کے اس طبقہ کو آگاہ کیا ہے۔ جو ان سفاکوں کو بے ضرر اور محب وطن سمجھتا ہے۔

شہاب نامہ ص ۸۲۸

سید عطاء المحسن بخاری

ایک تأثر!

عقل حیران، فکر گم سُم، ذہن ماؤف، حواس مختل، پھٹی پھٹی گریاں آنکھیں غم واندوہ میں ڈوبا ہوا دل، تھکا تھکا ٹوٹتا ہوا بے رُوح سا جسم دار بنی ہاشم میں بیٹھا ہوا سب کے ہوتے ہوئے میں خود کو بالکل تنہا محسوس کر رہا تھا ساتھی بار بار پوچھتے کیا بات ہے آپ چپ چپ کیوں ہیں؟ کیا ہوا؟ میں نے کہا آپ کو معلوم نہیں اتنا خوفناک حادثہ ہوگیا ہے پوری قوم ایک ایسے چوراہے میں کھڑی ہوئی ہے جس کے چاروں سمت میں منزل کا راستہ نہیں ہے اوپر سے کڑی دھوپ گویا محشر کا سا منظر یہ کیا ہوا ضیاء الحق اور ان کے ساتھی کس کے تیر بے اماں کا نخچیر ہو گئے یہ کس ظالم نے ہمارے کلیجے میں تاک کے تیر مارا ہے کہ ساری آرزوئیں، تمنائیں، خواہشیں خون میں نہا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

میں اسی بحرِ غم میں ڈبکیاں لے رہا تھا کہ دفعتاً دل کی دھڑکنیں بہت تیز ہوگئیں اور میں نے تصور کے اُفق پر اُڑتے اور پھیلتے ہوئے غبار میں ایک دھندلی سی تصویر دیکھی۔ پہلی نظر میں تو وقتی آنکھیں اس شبیہ کو نہ پہچان سکیں مگر فوراً سنبھل کر میں مؤدب ہوگیا کہ ایک صورت نہ تھی یہ تو بہت سی مقدس صورتیں غبارِ فلک کو صاف کرتی میری طرف بڑھتی چلی آرہی تھیں میں نے ان کے قرب کی مہک اپنے سانسوں میں محسوس کی میری روح کو ان کے قرب نے سکون و طمانیت بخشی۔ میرا اضطراب دور ہوتا ہوا محسوس ہوا میرا کرب آہستہ آہستہ کم ہونے لگا جب میں نے جلال الدین رومی، سید عطاء اللہ شاہ اور علامہ محمد اقبال کے ہیولوں کے درمیان اپنے آپ کو پایا۔ میں نے بڑے احترام کے ساتھ حضرت رومی کی خدمت میں اپنے دکھ درد اور غم داندوہ کی کتھا کہہ سنائی۔ مولائے روم نے آنکھیں بند کرلیں اور لمحوں یہی حالت رہی پھر انہوں نے آنکھ کھولی تو آپ کی آنکھیں سرخ تھیں۔ علامہ اقبال دست بستہ آگے بڑھتے تاکہ اس جلال کا سبب پوچھیں، تو مولائے روم نے فرمایا تم خود بتاؤ مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی بڑھ کے قریب تر ہو گئے۔ حضرت اقبال نے سرگوشی کے انداز میں اُن سے کچھ کہا اور پھر بادیدۂ نم میری طرف